OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

فوز وفلاح کا قرآنی تصور: معاصر تفاسیر کی روشنی میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

(**Concept of Quranic '*Fauzu o Falah*' in the light of contemporary *tafaseers***)

محمد نجیب

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

The word fauz-o-flah (فوز وفلاح) is an Arabic word used frequently in the Holy Quran ,giving the meanings of real success and achiements those who are successful indeed will got Fauz-o- falah as Almighty Allah says in the Holy Quran:

"Not equal are the inhabitants of the fire and the inhabitants of paradise.it is the inhabitants of paradise who are the successful" (59:20).

The wordly life is short, a test and the life here-after is its reward, either in the form of fire of hell or the paradise. Those who obey the commandments of Almighty Allah and lead their lives accordingly, are successful and are known as Muflihūn (مفلحون) . The others who pass their lives in their own ways (other than Quranic guidance), they are the inmates of the fire of the hell. Their capacities will be rendered inert, wasted and nulified and their wishes will end in futility. They are in loss and are known as khasreen (خاسرين).

In this article endeavour has been made to explain, how Holy Quran guides the human, characteristics of righteous and God fearing people who lead there lives with in the parameters of Holy Quran, are successful in this world as well as in the life here after.

تعارف

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے آخری الہامی کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ یہ کتاب علوم وآگہی کا مجموعہ ہے۔زندگی کے ہر گوشہ کے لئے بلا مبالغہ اس میں مکمل راہنمائی موجود ہے۔ جو شخص بھی قرآن مجید سے مکمل راہنمائی حاصل کرے گا۔ وہ

یقینی طور پر کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ یہ وہ کتاب ہے جو انسان کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فراہم کرتی ہے اور انسان کامیابی کی منازل طے کرتا ہوا اپنی اس چند روزہ زندگی کا اختتام کرتا ہے۔

یہ زندگی دو رُخ رکھتی ہے ایک رُخ جسے کامیابی کہا جاتا ہے اور دوسرا رُخ ناکامی کہلاتا ہے۔ اس الہامی کتاب پر ایمان رکھنے والے اور صدقِ دل سے عمل کرنے والے اس دنیا میں بھی کامیاب ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی انہیں جنت الفردوس اور اللہ کی نعمتوں کی شکل میں کامیابی ملتی ہے۔ دراصل یہی وہ کامیابی ہے جسے قرآن مجید نے جگہ جگہ فوز وفلاح قرار دیا ہے۔ یہی دراصل حقیقی کامیابی ہے، یہی کامیابی اصل میں فوز وفلاح ہے۔ مختلف ماہرین لغت نے فوز وفلاح کی لغوی واصطلاحی تعریفیں کی ہیں۔

فوز وفلاح کی لغوی واصطلاحی تعریف

الف۔ فوز لغوی مفہوم

فوز: لسان العرب میں فوز وفلاح کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "(فوز) الفَوْزُ النَّجاءُ والظَّفَرُ بالأُمْنِيَّة والخيرِ فازَ به فَوْزاً ومَفازاً ومَفازَةً وقوله عز وجل إِن للمتقين مَفازاً حَدائِقَ وأَعْناباً۔ (فلح) الفَلَح والفَلاحُ الفوز والنجاة والبقاء في النعيم والخير وفي حديث أَبي الدَّحْداحِ بَشَّرَكَ الله بخير وفَلَحٍ أَي بَقاءٍ وفَوْز وهو مقصور من الفلاح وقد أَفلح قال الله عَزَّ من قائل قد أَفْلَحَ المؤمنون أَي أُصِيرُوا إِلى الفلاح"[1]
>
> ("فوز" کے معنٰی نجات پانا اور خواہش، تمنا اور بھلائی حاصل کرنا، اس کا مقصد "فوزاً" مفازاً" اور "مفازۃً" ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: بے شک نیکو کاروں کے لئے کامیابی ہے، باغات ہیں اور انگور ہیں۔ فَلَح، الفلح، الفلاح کے معنٰی ہیں۔ کامیاب ہونا، نجات حاصل کرنا، اور نعمتوں اور بھلائیوں میں باقی رہنا۔ حضرت ابو الدحداح کی حدیث ہے: "اللہ نے آپ کو خیر اور کامیابی کی خوشخبری دی ہے۔" یعنی بقاء اور کامیابی کی خوشخبری ہے۔ قرآن میں ہے: (قد أَفْلَحَ المؤمنون) "مؤمن لوگ کامیاب ہوگئے" یعنی فلاح تک پہنچ گئے)

امام راغب اصفہانی نے الفوز کے معنی سلامتی کے ساتھ خیر حاصل کرلینے بیان کئے ہیں۔ قرآن میں ہے: ﴿ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ﴾[2] یہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾[3] تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔ (تو بے شک بڑی مراد پانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ دنیوی ساز وسامان کی حرص کرتے ہیں اور غنیمت وغیر حاصل کرلینے کو ہی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔[4]

ب۔فلاح کا مفہوم

اَلْفَلْحُ کے معنی پھاڑنا کے ہیں مثل مشہور ہے "اَلْحَدِیْدُ بِالْحَدِیْدِ یُفْلَحُ"۔(لوہا، لوہے کو کاٹتا ہے)۔اس لئے فَلاَّحٌ کسان کو کہتے ہیں۔کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتا ہے اور فَلَاحٌ کے معنی کامیابی اور مطلب وری کے ہیں یہ دو قسم پر مشتمل ہے دنیوی اور اخروی۔فلاح دنیوی ان سعادتوں کو حاصل کر لینے کا نام ہے جن سے دنیوی زندگی خوشگوار بنتی ہو یعنی بقاء المال اور عزت و دولت۔

فلاح اخروی چار چیزوں کے حاصل ہو جانے کا نام ہے: بقا بلا فناء, غنا بلا فقر، عزت بلا ذلت، علم بلا جہل۔اسی لئے کہا گیا ہے "لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْاٰخِرَۃِ" (کہ آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے)۔اور اسی فلاح کے متعلق فرمایا: ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ﴾[5] (اور زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے)۔﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[6] اور یاد رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

فلاح کے اصطلاحی معانی

فلاح یافتہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے بچ گئے اور اللہ کی جنتوں میں داخل کئے گئے۔وہ بامراد اور کامیاب قرار پائے۔

فوز و فلاح کا قرآنی تصوّر

قرآن پاک کی ابتدا ہی سے یہ تعلیم دی گئی ہے اور مومن اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا مانگتا ہے: یا اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔دنیا میں صراط مستقیم کا پہچاننا ہی سب سے بڑا علم اور کامیابی ہے، اور اسی کی پہچان میں غلطی ہونے سے اقوام عالم تباہ ہوتی ہیں۔ورنہ خدا طلبی اور اس کے لئے مجاہدات کی تو بہت سے کفار میں بھی کوئی کمی نہیں، اسی لئے قرآن نے صراط مستقیم کو پوری توضیح کے ساتھ ایجابی اور سلبی دونوں پہلوں سے واضح فرمایا ہے۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: "صراط مستقیم کی ہدایت صرف آخرت اور دین کے کاموں کے ساتھ مخصوص نہیں، دنیا کے سب کاموں کی درستی اور کامیابی بھی اسی پر موقوف ہے: اس لئے یہ دعا ایسی ہے کہ مومن کو ہر وقت حرز جان بنانے کے قابل ہے: شرط یہ ہے کہ استحضار اور نیت کے ساتھ کی جائے صرف الفاظ پڑھ لینا کافی نہیں"[7]

فلاح کیا چیز ہے، کہاں اور کیسے ملتی ہے؟

سورۃ المؤمنون کی ابتداء ان آیات مبارکہ سے ہوتی ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾[8]۔لفظ فلاح قرآن وسنت میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔اذان و اقامت میں پانچ وقت ہر مسلمان کو فلاح کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔فلاح

کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو۔ یہ لفظ جتنا مختصر ہے اتنا ہی جامع کہ کوئی انسان اس سے زیادہ کسی چیز کی خواہش کر ہی نہیں سکتا اور یہ ظاہر ہے کہ مکمل فلاح، کہ ایک مراد بھی ایسی نہ رہے جو پوری نہ ہو۔ ایک تکلیف بھی ایسی نہ رہے جو دور نہ ہو۔ یہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے انسان کے بس میں نہیں ہے۔۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فلاح کامل تو ایسی چیز ہے جو اس دنیا میں دستیاب ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا تو دار التکلیف، دار المحنت بھی ہے اور اس کی کسی چیز کو بقاء وقرار بھی نہیں۔ یہ متاع گراں مایہ ایک دوسرے عالم میں ملتی ہے جس کا نام جنت ہے۔ وہ ہے ہی ایسا مقام جس میں انسان کی ہر مراد، ہر وقت، بلا انتظار پوری ہو گی۔ ولھم مایدعون (یعنی ان کو ملے گی ہر چیز جو چاہیں گے) اور وہاں کسی ادنیٰ رنج وتکلیف کا گزر بھی نہ ہو گا۔

مولانا محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: "کامل "فلاح" کی اصل آخرت ہے۔ صرف دنیا سے دل لگانا طالب فلاح کا کام نہیں ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا * وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ (یعنی تم لوگ دنیا ہی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے کہ اس میں ہر مراد حاصل ہوتی ہے اور ہر تکلیف دور ہو سکتی ہے اور وہ باقی رہنے والی بھی ہے)۔

مزید لکھتے ہیں: "کامل و مکمل فلاح تو صرف جنت ہی میں مل سکتی ہے دنیا میں اس کی جگہ نہیں ہے"[9]

مولانا مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "ایمان لانے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد ﷺ کی دعوت قبول کر لی۔ آپ ﷺ کو پنا ہادی ورہبر مان لیا، اور اس طریق زندگی کی پیروی پر راضی ہو گئے جسے آپ ﷺ نے پیش کیا ہے"

مزید لکھتے ہیں: "فلاح کے معنی کامیابی و خوشحالی ہے۔ یہ لفظ "خسران" کی ضد ہے جو ٹوٹے اور گھاٹے اور نامرادی دو معنوں میں بولا جاتا ہے۔ أَفْلَحَ الرَّجُلُ کے معنی ہیں فلاں شخص کامیاب ہوا۔ اپنی مراد کو پہنچا، آسودہ خوشحال ہو گیا، اس کی کوشش بارآور ہوئی۔ اس کی حالت اچھی ہوئی"[10]

ہدایت یافتہ اور فلاح پانے والے

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

> ﴿الم * ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ * الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ * وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[11] (الم یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے پرہیزگاہوں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب

(اے محمد) تم پر نازل کی گئی اور جو کتابیں تم سے پہلے (پیغمبروں) پر نازل کی گئیں وہ ان سب پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے سیدھی راہ پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں)۔

مؤمن اللہ سے صراط مستقیم طلب کرتا ہے تو اس کے جواب میں پورا قرآن ہے کہ جو صراط مستقیم کا طلب گار، ہدایت کا طلب گار ہے، روشنی کا طلب گار ہے۔ فوز وفلاح کا طلب گار ہے، تو وہ سب تمہارے لئے اس قرآن کی شکل میں حاضر ہے۔ جو شخص ہدایت چاہتا ہے وہ اس کو پڑھے سمجھے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے۔ قرآن مجید نے فلاح پانے والوں کی چند ایک صفات بیان فرمائی ہیں کہ بیشک یہ اللہ کی طرف بھیجی ہوئی کتاب ہے اور ایسی کتاب جس میں شک کی کوئی بات نہیں، یہ کتاب سر اسر حقیقت پر مبنی ہے اور اگر کوئی انسان اس پر شک کرے تو وہ اس کی کم عقلی اور نادانی ہے۔ یہ کتاب سر اسر ہدایت اور رہنمائی کا سر چشمہ ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر یہ صفات پائی جائیں وہ صفات یہ ہیں: المتقین، الایمان بالغیب، اقامت الصلوۃ، الانفاق فی سبیل اللہ، الایمان بالکتب اور ایمان باآخرۃ۔

مولانا مودودیؒ ان عقائد کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

الف۔ یہ کہ انسان دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اپنے تمام اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔

ب۔ یہ کہ دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں ہے بلکہ ایک وقت پر جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کا خاتمہ ہو گا۔

ج۔ یہ کہ اس عالم کے خاتمے کے بعد اللہ تعالیٰ دوسرا عالم قائم کرے گا اور اس میں پوری نوع انسانی کو جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک زمین پر پیدا ہوئی تھی۔ بیک وقت دوبارہ پیدا کرے گا اور سب کو جمع کر کے ان کے اعمال کا حساب لے گا اور ہر ایک کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

د۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی رُو سے جو لوگ نیک قرار پائیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو لوگ بد ٹھہریں گے وہ دوزخ میں ڈالیں جائیں گے۔

و۔ یہ کہ کامیابی و ناکامی کا اصلی معیار موجودہ زندگی کی خوشحالی و بدحالی نہیں ہے۔ بلکہ درحقیقت کامیاب انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے آخری فیصلے میں کامیاب ٹھہرے اور ناکام وہ ہے جو وہاں ناکام ہو۔[12]

جن لوگوں میں یہ چھ خصوصیات ہوں گی ان کے لئے قرآن نے فرمایا: ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ انہی کیلئے ہدایت ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں یعنی "مفلحون" ہیں۔"[13]

مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں: " یہی لوگ اس دنیا میں اپنے رب کی "صراط مستقیم" پر ہیں اور یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے بنیں گے۔ باقی سارے لوگ گمراہ ہیں اور وہ آخرت میں جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے"۔[14]

مفلحین کے خصائص و صفات

سورۃ المؤمنون میں فلاح پانے والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ فلاح ہے جس میں آخرت کی کامل مکمل فلاح بھی داخل ہے۔﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾[15] وہ جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

پیر کرم شاہؒ خشوع کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نماز میں خشوع کا مطلب ہے کہ انسان اپنی ساری توجہ نماز میں مرکوز رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیرے اور وہ اپنی زبان سے جو تلاوت کرتا ہے اس کے معنی میں غور و تدبّر کرے۔ اس کے علاوہ اس کے ظاہری آداب بھی ہیں۔ کہ نگاہ سجدہ گاہ پر مرکوز ہو۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے جسم کو حرکت نہ دے۔ آگے پیچھے جسم کو حرکت نہ دے یعنی ہر قسم کے مکروہات صلاۃ سے بچے تو یہ اس کا خشوع ہوگا اور قبولیّت نماز کا باعث ہوگا"[16]

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾[17] (اور وہ ہر بے ہودہ امر سے منہ پھرتے ہیں)۔

مفتی محمد شفیعؒ، لغو کے سلسلے میں فرماتے ہیں: " مومن کا دوسرا وصف لغو سے پرہیز کرنا، لغو کے معنی فضول کلام یا کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ لغو کا اعلے درجہ مصیبت اور گناہ ہے۔ جس میں فائدہ دینی ہونے کے ساتھ دینی ضرر و نقصان ہے اس سے پرہیز واجب ہے اور ادنی درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر۔ اس کا ترک کم از کم ادنی اور موجب مدح ہے"[18]

حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ"[19] (یعنی انسان کا اسلام تب اچھا ہو سکتا ہے جب کہ وہ بے فائدہ چیز کو چھوڑ دے)۔ اسی لئے آیت میں اس کو مومن کامل کی خاص صفت قرار دیا ہے۔[20] ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ﴾[21] (اور جو زکوۃ ادا کرتے ہیں)۔

تیسرا وصف زکوۃ ہے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: " زکوۃ دینے اور زکوۃ کے طریقے پر عامل ہونے میں معنی کے اعتبار سے بڑا فرق ہے۔ یہاں ﴿يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ﴾ کا معروف انداز چھوڑ کر ﴿لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ﴾ کا غیر معمولی طرز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں زکوۃ کا مفہوم دو معنوں سے مرکب ہے: ایک "پاکیزگی" دوسرے "نشوونما"۔ کسی چیز کی ترقی میں جو چیز مانع ہو اس کو دور کرنا اور اس کے اصل جوہر کو پروان چڑھانا۔ یہ دو تصورات مل کر زکوۃ کا پورا تصور بناتے ہیں۔ پھر یہ لفظ جب اسلامی اصطلاح بنتا ہے تو اس کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے: ایک وہ مال جو مقصد تزکیہ کے لئے

بولا جائے دوسرے بجائے خود تزکیہ کا فعل۔ اگر یؤتون الزکوۃ کہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ تزکیہ کی غرض سے اپنے مال کا ایک حصہ دیتے یا ادا کرتے ہیں۔ اس طرح بات مال دینے تک محدود ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ﴿لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ﴾ کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ تزکیہ کا فعل کرتے ہیں۔ اور اس صورت میں بات صرف مالی زکوۃ ادا کرنے تک محدود نہ رہے گی بلکہ تزکیہ نفس، تزکیہ اخلاق، تزکیہ زندگی، تزکیہ مال، غرض ہر پہلو کے تزکیے تک وسیع ہو جائے گی۔ للذا اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ وہ تزکیے کا کام کرنے والے لوگ ہیں یعنی اپنے آپ کو بھی پاک کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی پاک کرتے ہیں"[22]

سورۃ لقمان میں بھی ایسی صفات بیان ہوئیں ہیں: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ * اولٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[23] (جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں)۔

مولانا مودودیؒ مفلحین کی صفات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تمام نیکیوں کا دارمدار تین چیزوں پر ہے کہ وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں جس سے خداپرستی اور خداترسی ان کی مستقل عادت بن جاتی ہے۔ وہ زکوۃ دیتے ہیں جس سے ایثار وقربانی کا جذبہ ان کے اندر مستحکم ہوتا ہے، متاع دنیا کی محبت دبتی ہے اور رضائے الٰہی ابھرتی ہے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں جس سے ان کے اندر ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ابھرتا ہے جس کی بدولت وہ اس جانور کی طرح نہیں رہتے جو چراگاہ میں چھوڑا ہوا چر رہا ہو بلکہ اس انسان کی طرح ہو جاتے ہیں جسے یہ شعور حاصل ہو کہ میں خود مختار نہیں ہوں۔ کسی آقاء کا بندہ ہوں اور اپنی ساری کارگزاریوں پر اپنے آقاء کے سامنے جواب دہی کرنی ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے یہ نیکوکار اس طرح کے نیکوکار نہیں رہے جن سے اتفاقاً نیکی سرزد ہو جاتی ہے اور بدی بھی اس شان سے سرزد ہو سکتی ہے جس شان سے نیکی سرزد ہوتی ہے اس کے برعکس یہ خصوصیات ان کے نفس میں ایک مستقل نظام فکر واخلاق پیدا کر دیتی ہیں جس کے باعث ان سے نیکی کا صدور باقاعدہ ایک ضابطہ کے مطابق ہوتا ہے اور بدی اگر سرزد ہوتی ہے تو محض ایک حادثہ کے طور پر ہوتی ہے، کوئی گہرے محرکات ایسے نہیں ہوتے جو ان کے نظام اور فکر واخلاق سے ابھرتے اور اپنے اقتضائے طبع سے بدی کی راہ پر لے جاتے ہیں"[24]

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ * وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ * وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ * أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ﴾[25] (وہ لوگ جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں اور جو اپنی گواہیوں پر راست بازی سے قائم رہتے ہیں جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے)

ان آیات میں فلاح پانے والے جنتیوں کی یہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں: وہ اپنی امانتوں کا پاس کرتے

ہیں، اپنے قول وقرار کا پاس کرتے ہیں، جو سچی گواہی پر قائم رہتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ہیں وہ کامیاب لوگ جو جنت کے باغوں کے مالک ہیں۔

مولانا مودودیؒ نے توضیح کرتے ہوے لکھاہے: "امانتوں سے مراد وہ امانتیں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد کی ہیں اور وہ امانتیں بھی جو انسان کسی دوسرے انسان پر اعتماد کر کے اس کے حوالے کرتا ہے۔ اس طرح عہد سے مراد وہ عہد بھی ہے جو بندہ اپنے رب سے کرتا ہے اور وہ عہد بھی جو بندے ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ ان دونوں قسم کی امانتوں اور دونوں قسم کی عہد وپیان کا پاس ولحاظ ایک مومن کی سیرت کے لازمی خصائص میں سے ہیں" یہاں پر ایک حدیث مبارک کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

﴿لاَ إِيمَانَ لِمَنْ لاَ أَمَانَةَ لَهُ وَلاَ دِينَ لِمَنْ لاَ عَهْدَ لَهُ﴾[26] (خبردار رہو جس میں امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں)

وہ لوگ نہ تو شہادت چھپاتے ہیں، نہ اس میں کمی پیشی کرتے ہیں وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں جس بلند سیرت وکردار کے لوگ اللہ تعالیٰ کی جنت کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں۔ ان کی صفات کا ذکر نمازی سے شروع ہوا اور اس پر ختم کیا گیا ہے۔ نمازی ہونا ان کی پہلی صفت ہے نماز کا ہمیشہ پابند رہنا ان کی دوسری صفت اور نماز کی حفاظت کرنا ان کی آخری صفت ہے۔ نماز کی حفاظت سے بہت سے چیزیں مراد ہیں: وقت پر نماز ادا کرنا نماز سے پہلے یہ اطمینان کرلینا کہ جسم اور کپڑے پاک ہیں، باوضو ہونا، اور وضو میں اعضاء کو اچھی طرح دھونا، ارکان اور واجبات اور مستحباتِ نماز کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا، نماز کے آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھنا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کرنا یہ سب چیزیں نماز کی حفاظت میں شامل ہیں۔[27]

پیر محمد کرم شاہؒ لکھتے ہیں کہ: "ان خوبیوں سے جو لوگ آراستہ ہیں ان میں فطری کمزوریاں باقی نہیں رہتیں، ان کا وجود سب کے لئے باعث رحمت وبرکت بن جاتا ہے۔ ان ہی خصال حمیدہ کے باعث وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کو بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا"[28]

مفلحین وہ ہیں جو پیغمبر پر ایمان لائے اس کو تقویت دی، اس کی مدد کی اور اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے نور کی پیروی کی۔

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[29] (لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت ونصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہوں گے)

فوز وفلاح کے اصول

فوز وفلاح پانے والے اور حقیقی کامیابی حاصل کرنے والوں کی خصوصیات و صفات کا ذکر سورۃ المؤمنون میں اس طرح ہوا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ * وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ * وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ * وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ * أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾[30] (یقیناً وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے احکام پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ دے سکتے ہیں دیتے رہتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ایک دن اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہی لوگ نیکی کی طرف دوڑتے ہیں اور یہی اس میں سبقت لے جانے والے ہیں)

ان آیات میں بھی اللہ کے نیک بندوں کی خصلتیں بیان ہوئیں ہیں: ا۔ یہ لوگ اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ ۲۔ وہ اپنی رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ ۳۔ وہ اپنے رب کی ساتھ کسی شریک نہیں ٹھراتے ہیں۔ ۴۔ وہ اس کی راہ میں زکوۃ صدقات دیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ۵۔ نیکی کے کاموں میں تیزی کرتے ہیں اور آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ ان آیات کے حوالے سے لکھتے ہیں: "اہل ایمان اہل تقویٰ ان خصوصیات کی بنیاد پر نفع حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ وہ کافر بے دین جو اپنی دنیاوی کامیابیوں اور کامرانیوں پر مغرور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں"[31]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾[32] (جن کے (ترازو کا) پلہ بھاری ہوگا وہ کامیاب ہوں گے۔ اور جن کا پلہ ہلکہ ہوگا وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں رکھا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے)

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "میزان عمل میں جس شخص کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ فلاح پانے والا ہوگا اور جس کا نیکیوں کا پلہ ہلکا رہے گا تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں خود اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا۔ اور اب وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنے والے ہیں۔ اس آیت میں مقابلہ صرف مومنین کاملین اور کفار کا ہے اور انہی کے وزن اعمال کا اور اُن میں سے ہر ایک کے انجام کا ذکر کیا گیا کہ مومنین وکاملین کا پلہ بھاری ہوگا ان کو فلاح حاصل ہوگی، کفّار کا پلہ ہلکا رہے گا ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے گا"[33]

اس آیت کی تفسیر میں عبد الماجد دریا بادیؒ لکھتے ہیں: "اس روز کام آنے والی چیز صرف ایمان ہو گی اور دراصل ایمان کی شناخت یہ ہو گی کہ ان کے عقائد و اعمال کا پلڑا میزانِ عدل میں بھاری ہو گا"[34]

مولانا مودودیؒ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں: "قیامت کے دن جن کے قابل قدر اعمال وزنی ہوں گے جن کے نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے سے زیادہ بھاری ہو گا وہ فلاح یافتہ ہوں گے"[35]

فلاح وہ لوگ پائیں گے جو نبی اُمّی پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی رفاقت کرتے ہیں، اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نازل شدہ نور کی اتباع کرتے ہیں:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[36]

سو وہ (پس وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ ایمان لائے اور ان کی حمایت اور نصرت کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

عبد الماجد دریا بادیؒ اس آیت کی تفسیر میں مختصراً بیان کرتے ہیں: (دنیا و آخرت دونوں میں) دنیا میں بہترین دستور حیات و نظام عمل کا مالک اور آخرت میں ہر طرح کی آسائش فراغت سے مالامال۔ (الفائزون بالمطلوب فی الدنیا و الآخرة. الفوز الذین انزل معه)[37] اس سے مراد قرآن و سنت ہے۔

پیر محمد کرم شاہؒ رقمطراز ہیں: "فلاح و سعادت سے صرف وہی سرفراز ہو گا جو میرے مصطفیٰ پر سچے دل سے ایمان لایا اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی تائید کیلئے ہر قربانی دینے پر مستعد ہوا اور اس کے نور تاباں (قرآن حکیم) کے ارشادات پر عمل کرنے کے لئے دل و جان سے آمادہ ہوا۔ یہ آیت شان رحمۃ للعالمین کی آسمانی تفسیر ہے۔ ایمان کے بعد حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم سب سے اہم ہے۔ بلکہ نصرت اور اتباع قرآن کا حق ادا ہی تب ہو سکتا ہے جب دل میں حضورؐ کا ادب و احترام ہو گا"[38]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[39] (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو شاید کہ تم فلاح پا سکو)

پیر محمد کرم شاہؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اہل ایمان کو رکوع و سجود اور ادائے نماز کا حکم ملا۔ وَاعْبُدُوا سے اس کے تمام احکام بجا لانے کی تاکید کی گئی وَافْعَلُوا الْخَيْرَ سے ایسے کام کرنے کا فرمان صادر ہوا جو اس کے لئے، اس کی قوم و ملت کے لئے، سارے نوع انسانی کے لئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے اپنے دامن میں خیر و نفع کی نعمت سمیٹتے ہیں"[40]

ایک مومن یہ اعمال صالح اور عبادت کر کے اس بات کی اپنے رب سے امید و توقع کر سکتا ہے کہ وہ شاید فلاح پا سکے۔

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[41] اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

اس آیت میں مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ گزشتہ زندگی میں ہونے والی لغزشوں سے تائب ہونا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ احکام الٰہی میں کسی وقت کوتاہی ہو گئی ہو تو اس پر لازم ہے اس سے توبہ کرے گزشتہ پر ندامت کے ساتھ اللہ سے مغفرت مانگے اور آئندہ اس کے پاس نہ جانے کا عزم صمیم کرے اور امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فلاح و کامیابی سے سرفراز فرمائے۔

مؤمنین کی آزمائش

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ * الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ * أولئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾[42] (اور ہم ضرور خوف ہراس بھوک کی تکلیف اور مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا کچھ امتحان لیں گے (اے پیغمبر) صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دو وہ لوگ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم تو اسی اللہ کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگ جن پر اللہ کی بخششیں اور رحمتیں ہوتی ہیں اور صرف یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں)

اس آیت مبارکہ میں یہ بیان ہوا کہ اگر کوئی شخص ایمان لے آئے عبادت اور بندگی بھی کرتا رہے تو اس پر بھی آزمائش آسکتی ہے، مثلاً: خوف وہراس، بھوک یعنی امیر ہونے کے بعد غریب ہو جانا، مال و جان میں کمی اور نقصان، باغ کا آندھی، جھکڑ ژالہ باری وغیرہ سے نقصان ہو سکتا ہے، مگر جن لوگوں نے ان مصائب میں صبر کیا کفران نعمت نہ کیا بلکہ ان مصائب کو وسیلہ ذکر و شکر بنایا، ان کو اے پیغمبر! ہماری طرف سے بشارت سنا دو

1۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے وہی حقیقت میں فلاح پائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾[43] (بلاشبہ جب مومنوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کی بات فقط یہ ہوتی ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے تو اسی طرح کے لوگ ہی کامیاب ہوں گے)

اس آیت میں منافقین کے مقابلے میں مومنوں کی کیفیت بیان کی جارہی ہے کہ وہ خدائی فیصلے پر کیسا ردِّ عمل کرتے ہیں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب مومن کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو وہ صرف ایک ہی بات کرتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔کیا عمدہ بات ہے،﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ ہم نے سنا اور اطاعت کی مختصر اور معنی خیز ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں : "اس آیت میں چار چیزیں بیان کر کے فرمایا ہے۔کہ جو ان چار چیزوں کے پابند ہیں وہ ہی بامراد اور دین ودنیا میں کامیاب ہیں، اس کے بعد وہ تفسیر قرطبیؒ سے ایک واقعہ جو کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور ایک رومی کے متعلق ہے بیان کیا اس میں اس آیت کی وضاحت ہوتی ہے ﴿مَنْ يُطِعِ اللَّهَ﴾ فرائض الٰہیہ کے متعلق ہے ﴿وَرَسُولَهُ﴾ سنت نبوی کے متعلق ہے۔﴿وَيَخْشَ اللَّهَ﴾ گزشتہ عمر کے متعلق ہے۔﴿وَيَتَّقْهِ﴾ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے۔جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہو جائے تو اسکو﴿هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ کی بشارت ہے اور فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانا ملے "[44]

پیر محمد کرم شاہؒ اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں: " جو شخص فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور سنتوں میں اس کے رسول کی پیروی کرتا ہے اور گزری ہوئی زندگی میں جو غلطیاں اس سے ہوئیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور آنے والی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے یہی لوگ کامیاب ہیں اور کامیاب وہ شخص ہے جسے آتش جہنم سے نجات مل گئی اور جنت میں داخل کر دیا گیا "[45]

تفسیر نمونہ میں ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں : " جو شخص یہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ ہر چیز کا عالم ہے وہ ہر شخص سے بے نیاز ہے اور تمام بندوں کیلئے رحیم اور مہربان ہے تو اللہ کے فیصلے پر کسی اور کے فیصلے کو کیسے ترجیح دے سکتا ہے۔کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر اس کے سوا کچھ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی یہ کیسی عظیم آزمائش اور مومنین کی کامیابی کا کیا ہی عمدہ راستہ ہے

مزید لکھتے ہیں: جو شخص اپنی باگ ڈور اللہ کے حوالے کردے، اسے حاکم اور جج مان لے، وہ ہر چیز میں کامیاب ہے مادی زندگی میں بھی اور روحانی زندگی میں بھی اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اللہ سے ڈریں اور تقوی کو اپنا شعار بنائیں وہی نجات پانے والے اور کامیاب ہیں"[46]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾[47] (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو، اللہ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر کرے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی)

اس آیت میں فوزاً عظیماً کے الفاظ آئے ہیں لیکن اس سے پہلے اہل ایمان کو اللہ سے ڈرنے، سچی بات کہنے کا حکم دیا اور پھر وعدہ کیا تمہارے اعمال درست کردیئے جائیں گے، گناہ معاف کردیئے جائیں گے لیکن ساتھ ہی تم اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کروگے تو تم کو بہت بڑی کامیابی ملے گی۔

پیر محمد کرم شاہؒ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں: "اے اہل ایمان تمہیں تو تقویٰ اور پارسائی کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور بات کرو تو سچی اور درست بات کرو کوئی جھوٹی بات سے منہ سے نہ نکلے۔ کبھی اگر تم اپنے عمل میں تقویٰ اور راست روی کو اور اپنے قول میں حق وصداقت کو اپنا شعار بناؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو ہر کجی سے پاک فرمادے گا اور انہیں شرف قبولیت بخشے گا اور اس سے پہلے جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئی تھیں وہ سب معاف کردی جائیں گی وہ لوگ جن کے سامنے تم سے گناہ سرزد ہوئے تھے ان کے حافظے سے بھی ان کی یاداشت محو کردی جائے گی بلکہ فرشتوں نے جو دفتر عمل تمہارا تیار کررکھا ہے وہاں سے بھی تمہارے گناہوں کی تحریر مٹادی جائے گی"[48]

2۔اعمال صالحہ

﴿فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَى أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ﴾[49] (تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے یقینا وہ کامیاب وکامران لوگوں میں ہوگا)

"اس آیت میں راہ نجات کے تین اقدامات بیان ہوتے ہیں: ا۔اللہ تعالیٰ کی طرف بازگشت ۲۔ایمان ۳۔ عمل صالح۔اس کے بعد یقیناً فلاح ونجات ہے،عسیٰ (امید ہے) اگرچہ جو شخص ایمان، عمل صالح کا حامل ہو، اسکے لئے فلاح یقینی ہے لیکن یہاں ممکن ہے یہ تعبیر اس لئے ہو کہ فلاح اس حالت کے تسلسل سے مشروط ہے اور چونکہ ضروری نہیں کہ ہر توبہ کرنے والا اپنی اسی حالت پر باقی رہے، اس لئے یہاں یہ لفظ لایا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ جب عسیٰ کی تعبیر کسی ذات کریم سے صادر ہو تو اس میں قطعی اور یقین ہونے کا مفہوم پنہاں ہوتا ہے جب کہ اللہ تو اکرام الاکرامین ہے"[50]

یہی مضمون سورۃ التغابن میں بیان ہوا ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[51] (جو اللہ پر ایمان لایا اور نیک عمل کرتا ہے اللہ اسکے گناہ جھاڑ دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے)

اس آیت کریمہ میں بھی فرمایا گیا کہ اصل مفلحین وہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور پھر احکام الٰہی پر عمل کرتے ہوئے، امر بالمعروف بجالاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہوں اور خطاؤں کو دور کرے گا اور ان کے نامہ اعمال میں کوئی ایسا نقص نہیں رہے گا جس سے قیامت کے دن اس پر فرد جرم عائد کی جا سکے، ایسے لوگوں کیلئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی فوز عظیم یعنی بڑی کامیابی ہے۔

3۔ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی نہ کرنا

قرآن کریم میں صرف یہود و نصاریٰ سے دوستی سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ہر اس شخص سے منع کیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرنے والا ہو یا ان کی مخالفت پر اُبھارنے والا ہو۔

سورۃ المجادلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[52]

(تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوّت بخشی ہے۔ وہ اس کو اور ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، خبر دار رہو اللہ کی جماعت (حزب اللہ) یہی فلاح پانے والے ہیں)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہؒ لکھتے ہیں کہ : "جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی محبت پائی جائے۔ جس طرح پاک اور پلید پانی ایک برتن میں اکھٹے نہیں رہ سکتے اسی طرح نور ایمان، دشمنان اسلام کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ جو شخص ایمان کا مدعی ہے اور کفار ومنافقین کے ساتھ بھی دوستی کے تعلقات رکھتاہے وہ اپنے آپ کو فریب دے رہاہے اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے خواہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ہر قسم کے تعلقات منقطع کردیتاہے ان میں سے چند قریبی رشتوں کا صراحتاً ذکر فرمادیا۔ اولاد کو اپنے والدین سے محبت ہوتی ہے اور ان کا ادب اور لحاظ بھی ہوتاہے لیکن اگر باپ دین کا دشمن ہو تو بیٹا اس کی پرواہ نہیں کرتا اسی طرح باقی رشتے بھی اللہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی محبت میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ جب غلامان مصطفیٰ کا بدر واُحد کے میدانوں میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے سامنے صف آرا ہوئے تو جو بھی ان کا مدّ مقابل بنا تو انہوں نے بلا تامل اس کو خاک وخون میں ملادیا حضرت ابو عبیدہ جب میدان بدر میں گئے تو ان کا باپ عبداللہ ان کے سامنے آیا۔ آپ نے اپنی تلوار سے اس کا سر قلم کردیا"[53]

مولانا مودودیؒ آیت کا خلاصہ ومفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں : "ایمان دوٹوک چاہتاہے مومن رہنا چاہتے ہو تو ہر اس رشتے اور تعلق کو قربان کردو جو اسلام کے ساتھ متصادم ہو، اسلام کے رشتے سے کسی اور رشتے کو عزیز رکھتے ہو تو بہتر ہے کہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ چھوڑ دو"[54]

﴿قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ اس کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہؒ لکھتے ہیں: "یہی وہ خوش نصیب اور ارجمند حضرات ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کردیا، یہ نقش نہ مٹ سکتا ہے نہ دھندلا پڑ سکتاہے اور ان کو ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے روح کی تقویت بخشی ہے"[55]

4۔ دنیاوی حرص سے پرہیز

مؤمن لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو غور سے سنتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ دنیاوی حرص وہوا سے بچتے ہیں، خود غرضی اور مفاد پرستی سے اجتناب کرتے ہیں، جیسا کہ انصار نے مہاجرین سے برتاؤ کیا، وہ قیامت تک کے لیے مثال ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[56] (ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ہجرت والے (گھر) یعنی مدینہ میں پہلے سے مقیم ہیں اور ایمان میں ثابت قدم ہیں جو شخص ان کے پاس ہجرت کر

کے آتا ہے، اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ مہاجرین کو ملتا ہے اس سے ان کے دل میں کوئی تنگی پیدا نہیں ہوتی اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود فاقہ کش ہی کیوں نہ ہوں اور جس کسی کو اس کے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا گیا تو وہی لوگ مراد پانے والے ہیں)

اور یہی مضمون سورۃ التغابن میں بھی بیان ہوا ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾[57] (للذا جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے پس وہی فلاح پانے والے ہیں)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سورۃ الحشر کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اس گھر سے مراد مدینہ طیبہ اور لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے اور ایمان وعرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے، مہاجرین کو مال فئے یا مال غنیمت سے جو کچھ عطا کرتے تھے دیکھو یہ انصار لوگ دل سے تنگ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی حسد کرتے تھے بلکہ خوش ہوتے تھے اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے تھے۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی اگر ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے تھے۔ یعنی اپنے مقابلے میں مہاجرین کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے خود بھوکے رہتے تھے لیکن مہاجرین کو کھلاتے تھے۔"[58]

انصار کے ایثار کی بہت سے مثالیں ہیں ان میں سے ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

"رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا لیکن آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ تھا، چنانچہ ایک انصاری اُسے اپنے گھر لے گیا گھر جا کر بیوی کو بتلایا تو بیوی نے کہا کہ گھر میں تو صرف بچوں کی خوراک ہے۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ بچوں کو تو آج بھوکا سلادیں گے اور ہم خود ایسے ہی کچھ کھائے پیئے بغیر سو جائیں۔ البتہ مہمان کو کھلاتے وقت چراغ بجھادیں تاکہ اسے ہماری بابت علم نہ ہو کہ ہم اس کے ساتھ کھانا نہیں کھا رہے ہیں۔ صبح جب وہ صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ﴾ ان کے ایثار کی یہ بھی نہایت عجیب مثال ہے کہ ایک انصار کی دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک بیوی کو اس لئے طلاق دینے کی پیشکش کی کہ عدت گزرنے کے بعد اس سے اس کا دوسرا مہاجر بھائی نکاح کرلے"[59]

آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ یہ انصار لوگ ایسے ہیں اللہ نے (شح) سے بچالیا تھا یعنی وہ لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ تھے، لالچ اور حرص و بخل والے لوگوں میں ایثار نہیں ہو سکتا اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش نہیں ہوتے۔[60]

5۔ تزکیہ نفس

تزکیہ کے لغوی معنی اچھی حالت میں دکھنا۔ پاکی، صفائی اور تزکیہ نفس کے معنی نفس کو پاک کرنا کے ہیں۔ یہاں تزکیہ نفس کو شرک سے ، معصیت سے اور اخلاقی آلائشوں سے پاک کرنا ہے۔ انہی صفات کے لوگ اخروی فوزوفلاح سے ہمکنار ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا * وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾[61] ترجمہ: یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بامراد وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا۔ تزکیہ کے اصلی معنی باطنی پاکی کے ہیں۔ مراد یہ کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرلیا اور محروم ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو گناہوں کی دلدل میں دھنسا دیا۔ لفظ دسّ، دسٌّ سے مشتق ہے جس کے معنے زمین میں دفن کردینے کے ہیں۔ مفسرین نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ بامراد ہوا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اور نامراد اور محروم ہوا وہ آدمی جس کو اللہ نے گناہوں میں دھنسا دیا۔ اس آیت میں کل انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا ایک بامراد اور دوسرا نامراد۔ آگے دوسری قسم کے لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا گیا، ان نامرادوں کو آخرت میں تو سخت سزا ملے گی اور بعض کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا، جیسے قوم عاد وثمود ونوحؑ وغیرہ"(62)

6۔ عہد کو پورا کرنے والے

معاشرتی زندگی میں وعدہ پورا کرنا یعنی ایفائے عہد کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم میں بہت جگہوں پر عہد پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ المائدہ کی ابتداء میں اہل ایمان کو عہد و پیمان پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[63] (اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے، پس تم کو اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے خوشخبری ہے اور یہی فوز عظیم ہے)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: "اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر جان اور فانی اموال کا اللہ تعالیٰ خریدار بنا۔ ہماری جان ومال جو فی الحقیقت اسی کی مملوک اور مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کرکے مبیع قرار دیا جو عقد بیع میں مقصود بالذات ہوتی ہے اور جنت جیسے اعلیٰ مقام کو اس کا ثمن بتلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر ان کی کیفیات کا خیال اور خطور ہوا۔ خیال

کرو کہ جان ومال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا، نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ (بائع) اور ہم مشتری ہوتے۔ تلطف ونوازش کی حد ہو گئی کہ اس ذرا سی چیز کے معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا"[64]

7۔ رضائے الٰہی کا حصول

ایمان والے دنیا میں عیش وعشرت، لہو ولعب اور اپنی خواہشات پر قابو رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اور دنیاداروں کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا:

﴿إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ * فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّى أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ * إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾[65] (اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں ہمیں معاف کر دے۔ ہم پر رحم کر تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے تو تم نے ان کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ ان کی ضد نے تمہیں یہ بھی بھلادی کہ میں کوئی ہوں اور تم ان پر ہنستے رہے، ان کے اس صبر کا میں نے پھل دیا ہے کہ وہی کامیاب ہیں)

" دین میں اہل ایمان کے لیے ایک صبر آزما مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب وہ دین وایمان کے مقتضیات پر عمل کرتے ہیں تو دین سے ناآشنا اور ایمان سے بے خبر لوگ انہیں استہزاء وملامت کا نشانہ بنالیتے ہیں۔ کتنے ہی کمزور ایمان والے ہیں کہ وہ ان کی ملامتوں سے ڈر کر بہت سے احکام الٰہیہ پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جیسے داڑھی ہے، پردے کا مسئلہ ہے، شادی بیاہ کی ہندوانہ رسومات سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو کسی بھی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے اور اللہ ورسول کی اطاعت سے کسی بھی موقعے سے انحراف نہیں کرتے ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾۔ قیامت والے دن انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے گا اور انہیں کامیابی سے سرفراز کرے گا۔ اور وہ ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہوں گے یہ لوگ ہیں مفلحین "[66]

8۔ شرک سے اجتناب

جو لوگ شرک سے اپنے آپ کو بچائیں گے وہی ہدایت یافتہ کہلائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾[67] (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک (جیسے ظلم) کی آمیزش نہیں کی انہی کے لئے امن ہے اور یہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں)

پیر محمد کرم شاہؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے اور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی (أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ) ؟ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا ہو ؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔ لیس ھو کما تظنون انما ھو کما قال ﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (اور جب کہ لقمان نے وعظ کرتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے)[68]

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوے مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: "اس آیت میں عذاب سے مامون ہونے کی یہ شرط ہے کہ ایمان کے ساتھ ظلم نہ کیا ہو، تو پھر ہماری نجات کی کیا سبیل ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھے۔ آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ اس لئے مراد آیت یہ ہے کہ جو شخص ایمان لائے اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے وہ عذاب سے مامون اور ہدایت یافتہ اور فلاح یافتہ ہے۔[69]

سورۃ المؤمنون میں یہی مضمون اس طرح بیان ہوا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ * وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ * وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾[70] (اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر یقین رکھتے ہیں۔ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے اور جن کا حال یہ ہے کہ کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے اس خیال سے کانپتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے)

ان آیات مبارکہ میں شرک سے نفرت دلائی گئی ہے اور وہ جو عمل کرتے ہیں اس میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں اپنے اعمال پیش کرنے ہیں تو ایسے ہی لوگ مفلحین ہیں۔

9۔ صبر کرنے والے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[71] (اے ایمان والو! صبر کرو ایک دوسرے کو صبر پر آمادہ کرو اور اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا سکو)

اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ: مشکلات وجہاد کی صورت میں صبر کریں، دوسروں کو بھی صبر پر آمادہ کریں، حتی الوسع جہاد کے لئے کمر بستہ رہیں اور تقویٰ اختیار کریں۔

اگر ان شرائط پر عمل کرو تو کامیاب ہو سکتے ہو۔

پیر محمد کرم شاہؒ ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں: "رباط کہتے ہیں نفس کو نیت حسنہ پر آمادہ رکھنا اور جسم کو عبادت پر کاربند رکھنا۔ اس کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ انسان جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کمربستہ رہے اور گھوڑا تیار رکھے اور نفس کو نماز کا خوگر بنائے اور تقویٰ پر قائم رہے۔ جب کسی فرد یا قوم میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو رحمت الٰہی اور نصرت خداوندی اس کی پاسبان ہوتی ہے مشکلات کے پہاڑ ازخود راستہ چھوڑ دیتے ہیں دنیا میں بھی عزت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی سرخروئی۔"[72]

10۔ کبیرہ گناہوں سے اجتناب

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[73] ترجمہ: اے ایمان والو! ہو یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے، فلاح پاؤ گے۔

پیر محمد کرم شاہؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس سودی نظام کو حرام کیا جاتا ہے جس کا اس وقت عام رواج تھا۔ رواج یہ تھا کہ کسی نے ایک مدتِ مقرّرہ تک قرض لیا، جب وہ مدت ختم ہوئی اور قرض خواہ نے رقم کا مطالبہ کیا تو مقروض کہا کرتا، تم میعاد بڑھا دو میں رقم میں اضافہ کر دیتا ہوں۔ یہ سلسلہ مدتوں تک جاری رہتا یہاں تک کہ اصل رقم کئی گنا بڑھ جاتی۔ اسے سود در سود یا سود مرکب کہا جاتا ہے۔ اس ظالمانہ نظام کو اسلام نے ختم کر دیا، کیونکہ اس سے اگر ایک طبقہ میں تن آسانی، حرام خوری، حرص و بخل کے جذبات پرورش پاتے تھے تو قوم کے دوسرے طبقہ میں حسد وعناد کی تخم ریزی ہوتی تھی وہ امت جسے دنیا میں تبلیغ توحید وہدایت کا ایک عظیم المرتبت مشن سرانجام دینا ہو اس میں ایسے عناصر کو کب برداشت کیا جا سکتا ہے جو ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیں۔ لہٰذا آگے چل کر حکم دیا گیا کہ اگر تم نے اس سودی نظام کو نہ چھوڑا تو عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے جو کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

بیشتر افراد اور قومیں اپنی فلاح و کامرانی کو دولت کی فراوانی میں مضمر سمجھتی ہیں اور اس کے حصول کے لئے جائز و ناجائز، حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر کوشاں ہیں۔ یہاں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ دوسروں کی طرح تم بھی اس فریب میں مبتلا نہ ہو جانا، حقیقی فلاح متقی بننے سے نصیب ہوتی ہے۔"[74]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[75] (اے ایمان والو! شراب پینا، جوا کھیلنا، بتوں کو پوجنا اور ہار جیت کے تیر پھینکنا ناپاک شیطانی کام ہیں اس لئے تم ان سے بچو تاکہ فلاح پاؤ)

اس آیت میں چار چیزوں کو قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے ایک شراب، دوسرے قمار بازی، تیسرے وہ مقامات جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز چڑھانے کے لئے مخصوص کئے گئے ہوں، چوتھے پانسے۔

مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں لکھتے ہیں: "یہاں شراب اور جوّے کی حرمت اور ان کی روحانی اور جسمانی خرابیوں کا بیان ہے۔ اوّل روحانی اور معنوی خرابیاں ﴿رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ کے الفاظ میں بیان کیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ یہ چیزیں فطرت سلیمہ کے نزدیک گندی، قابل نفرت چیز ہیں اور شیطانی جال ہیں، جن میں پھنس جانے کے بعد انسان بے شمار مفاسد اور مہلک خرابیوں کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ یہ روحانی مفاسد بیان کرنے کے بعد حکم دیا گیا ہے کہ (فاجتنبوہ) کہ جب یہ چیزیں ایسی ہیں تو ان سے اجتناب کرو اور پرہیز کرو۔ آخر میں فرمایا (لعلکم تفلحون) جس میں بتلا دیا گیا ہے کہ تمہاری فلاح دنیا و آخرت اسی پر موقوف ہے کہ ان چیزوں سے پرہیز کرو"[76]

11۔ اللہ کا ذکر کرنے والے

یہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نمازِ جمعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جمعہ والے دن نمازِ جمعہ کے بعد کا کاروبار کرنا اچھا نہیں۔ یہاں اس کی برکات بیان ہوئی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[77] (پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو شاید کی تمہیں فلاح نصیب ہو)

اس سے مراد کاروبار اور تجارت ہے یعنی نماز جمعہ سے فارغ ہو کر تم پھر اپنے اپنے کاروبار اور دنیا کے مشاغل میں مصروف ہو جاؤ مقصد اس امر کی وضاحت ہے کہ جمعہ کے دن کاروبار بند رکھنے کی ضرورت نہیں، صرف نماز کے وقت ایسا کرنا ضروری ہے۔

مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں لکھتے ہیں: "اس آیت میں اس کی اجازت دے دی گئی ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد تجارت، کاروبار اور اپنا اپنا رزق حاصل کرنے کا اہتمام سب کر سکتے ہیں"[78] مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر میں حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر باہر آتے تو دروازہ مسجد میں کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ. أَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّيْتُ فَرِيضَتَكَ، وَانْتَشَرْتُ كَمَا أَمَرْتَنِي فَارْزُقْنِي مِنْ فَضْلِكَ، وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ[79] (یعنی یا اللہ میں نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرا فرض ادا کیا اور جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر میں باہر جاتا ہوں تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تُو تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے) اور بعض

سلف صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ یعنی نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کسب معاش تجارت وغیرہ میں لگو، مگر کفار کی طرح خدا سے غافل ہو کر نہ لگو، خرید وفروخت اور مزدوری کے وقت بھی اللہ کی یاد جاری رکھو۔

یہاں ذکر اللہ کثیرا اور تفلحون سے جو بات سمجھ آتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی معاش سے غافل نہیں ہونا چاہیے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح پورا دن اس طرح بسر نہ کرو کہ تھوڑی دیر عبادت کی اور باقی وقت فضولیات میں گزار دیا مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ جمعہ والے دن اجتماعی عبادت سے فارغ ہو کر وقت ضائع نہ کریں، بلکہ رزق حلال کی تلاش جاری رکھیں اور ذکر واذکار بھی ساتھ ساتھ کرتے رہیں اس کے بدلے میں دوہرا ثواب ہے کہ پاکیزہ تجارت اور عبادت دونوں مل کر باعث فلاح بنتے ہیں۔[80]

نتائج

۱۔ فوز فلاح سے مراد ایسی کامیابی ہے جس کے بعد انسان کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ دنیاوی کامیابی میں انسان مال ودولت، اولاد اور خوشحالی ہی کو اہمیت دیتا ہے مگر یہ چیزیں بالکل عارضی ہیں۔

۳۔ دنیاوی کامیابی کی ایک انتہاء ہے اس کے بعد زوال ہے، جیسے صبح وشام، ماہ وسال، بچپن، جوانی، بڑھاپا اور موت

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دنیا تو صرف ایک دھوکا ہے، اصل فلاح تو آخرت کی فلاح ہے۔

۵۔ اصل فلاح یہ ہے کہ کوئی نعمت ملنے کے بعد چھن نہ سکے۔ اس میں کمی کا اندیشہ نہیں ہوتا، ہر طلب پوری ہوتی ہے ہر طلب میں رضائے الٰہی شامل ہوتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1- محمد بن مکر م بن علی ، ابن منظور ،لسان العرب، ج ۴، ص ۱۹۴، بیروت، ۱۴۱۲ھ

2- البروج ۸۵:۱۱

3- الاحزاب: 71/33۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الجاثية: 30/45، الدخان: 57/44، التوبۃ: 20/9، آل عمران: 185/3، الاحزاب: 71/33

4- ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ترجمہ وحواشی: الاستاذ محمد عبدہ الفلاح فیروز پوری۔ المکتبہ القاسمیہ، جامع قدس، چوک دالگراں، لاہور۔ 1963ء-1383ھ، ص: 717، 718

5- العنکبوت: ۲۹: ۶۴

6- المجادلۃ: ۵۸: ۲۲۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الاعلیٰ: ۸۷: ۱۴، الشمس: ۹۱: ۹، المؤمنون: ۲۳: ۱

7- مفتی شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی نمبر 16، طبع جدید، 2006ء، ص: ۱/۱۰۲

8- المؤمنون: ۲۳: ۱

9- مفتی شفیع، معارف القرآن، ج ۶، ص ۱۹۴

10- سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۲۶۰
11- البقرة: ۲: ۵-۱
12- اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 22 فیروز پور لاہور، س ا، 1983ء، ص: ۱۳۱/۶
13- مودودی، تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، طبع ۱۹۸۶ء، ص: ۵۳/۱، ۵۲
14- اصلاحی، تدبر قرآن، ص: 121/6
15- المؤمنون ۲۳: ۲
16- پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور س ا، 1402ھ، ایڈیشن پنجم، ص: 244/3
17- المؤمنون ۲۳: ۳
18- معارف القرآن، ص: ۲۹۶/۶
19- امام احمد بن حنبل ،مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ مکتب اسلامی ، بیروت ، 1398ھ ، حدیث الحسین بن علی، ص: 259/3، رقم: 1737
20- معارف القرآن، ص: ۲۹۶/۶
21- المؤمنون ۲۳: ۴
22- مودودی، تفہیم القرآن، ص: ۲۶۳/۳
23- لقمان ۳۱: ۴، ۵
24- مودودی، تفہیم القرآن، ص: ۷/۴ و ۸
25- المعارج: ۳۲/۷۰ تا ۳۵
26- البهيقى، السنن الكبرىٰ ، باب ما جاء فى الترغيب فى اداء، ص: 288/6، 13065
27- مودودی، تفہیم القرآن، ص: ۹۲/۶
28- ضیاء القرآن، ص: ۳۶۷/۵
29- الاعراف ۷: ۱۵۷
30- المؤمنون ۲۳: ۱۶، ۵۷
31- عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی (اردو)، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ص: 3۰۷
32- المؤمنون ۲۳: ۱۰۳، ۱۰۲
33- معارف القرآن، ص ۳۳۶/۶
34- تفسیر ماجدی، ص: ۷۰۸
35- تفہیم القرآن، ص: ۲۰۱/۳
36- الاعراف ۷: ۱۵۷

37- دریا بادی، تفسیر ماجدی، ص:۳۶۱
38- ضیاء القران، ج۴، ص۸۹
39- الحج۲۲:۷۷
40- ضیاء القرآن، ص: ۲۳۶/۳
41- النور۲۴:۳۱
42- البقرۃ:۱۵۵/۲تا۱۵۷
43- النور۲۴:۵۲،۵۱
44- معارف القران، ص: ۴۳۷/۶
45- ضیاء القرآن، ص: ۳/ص۳۳۷
46- مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ترجمہ سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ص: ۲۲۷/۶۔
47- تفہیم القرآن، ص: ۳۵۵/۶
48- تفہیم القرآن، ص: ۳۵۵/۶
49- القصص: 28/۶۷
50- شیرازی، تفسیر نمونہ، ص: ۶۷۳/۶
51- التغابن۶۴:۹
52- المجادلۃ۵۸:۲۲
53- ضیاء القرآن، ص: ۱۵۱/۵
54- تفہیم القران، ص: ۳۶۶/۵
55- تفہیم القران، ص: ۳۶۶/۵
56- الحشر۵۹:۹
57- التغابن۶۴:۱۶
58- تفسیر عثمانی، ص:۷۲۵
59- قرآن مجید ترجمہ و تفسیر ، مطبع، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس وزارتِ مذہبی امور ، مدینہ منورہ ، سعودی عرب، ص:۱۵۵۷
60- شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور، س ا، 2006ء، ص:۷۲۵
61- الشمس۹۱:۹،۱۰
62- معارف القرآن، ص۷۵۷/۸، ۷۵۶
63- التوبۃ۹:۱۱۱

64- عثمانی، تفسیر عثمانی، ص:۱۷۲
65- المؤمنون۲۳:۱۱۰،۱۰۹
66- قرآن مجید ترجمہ و تفسیر، شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، ص:۹۶۱
67- الانعام۶:۸۲
68- ضیاء القرآن، ص:۱/۵۷۷
69- معارف القرآن ص: ۳۸۶/۳
70- المؤمنون۲۳:۶۰-۵۸
71- آل عمران۳:۲۰۰
72- ضیاء القرآن، ص:۳۱۰/۱
73- آل عمران۳:۱۳۰
74- ضیاء القرآن ص:۱/۲۷۴، ۲۷۳
75- المائدة ۵:۹۰
76- معارف القران، ص: ۲۲۸/۳-۲۲۷
77- الجمعة ۶۲:۱۰
78- معارف القرآن، ص:۴۴۳/۸
79- ابن ابی حاتم، المسند، الجز ۳،رقم ۴۷، ص۱۲۵، القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۱۸،ص۱۰۹
80- معارف القرآن، ص:۴۴۳/۸